وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴿٢١﴾

ہم نے ان کے نکاح بڑی بڑی آنکھوں والی (حوروں) سے کر دیئے ہیں۔ (۲۰)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو ان تک پہنچا دیں گے اور ان کے عمل سے ہم کچھ کم نہ کریں گے،[1] ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا گروی ہے۔[2] (۲۱)

کے چہرے ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے، جیسے میدان جنگ میں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے ہوتی ہیں۔ اس مفہوم کو قرآن میں دوسری جگہ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے ﴿ عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴾ ۔(الصافات، ۴۴) "ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر فروکش ہوں گے"۔

(۱) یعنی جن کے باپ اپنے اخلاص و تقویٰ اور عمل و کردار کی بنیاد پر جنت کے اعلیٰ درجوں پر فائز ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کی ایماندار اولاد کے بھی درجے بلند کر کے، ان کو ان کے باپوں کے ساتھ ملا دے گا۔ یہ نہیں کرے گا کہ ان کے باپوں کے درجے کم کر کے ان کی اولاد والے کمتر درجوں میں انہیں لے آئے۔ یعنی اہل ایمان پر دوگونہ احسان فرمائے گا۔ ایک تو باپ بیٹوں کو آپس میں ملا دے گا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، بشرطیکہ دونوں ایماندار ہوں۔ دوسرا، یہ کہ کم تر درجے والوں کو اٹھا کر اونچے درجوں پر فائز فرما دے گا۔ ورنہ دونوں کے ملاپ کا یہ طریقہ بھی ہو سکتا ہے کہ اے کلاس والوں کو بی کلاس دے دے، یہ بات چونکہ اس کے فضل و احسان سے فروتر ہوگی، اس لیے وہ ایسا نہیں کرے گا بلکہ بی کلاس والوں کو اے کلاس عطا فرمائے گا۔ یہ تو اللہ کا وہ احسان ہے جو اولاد پر، آبا کے عملوں کی برکت سے ہو گا اور حدیث میں آتا ہے کہ اولاد کی دعا و استغفار سے آبا کے درجات میں بھی اضافہ ہوتا ہے ایک شخص کے جب جنت میں درجے بلند ہوتے ہیں تو وہ اللہ سے اس کا سبب پوچھتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تیری اولاد کی تیرے لیے دعائے مغفرت کرنے کی وجہ سے۔ (مسند أحمد، ۲/ ۵۰۹) اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آتا ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ البتہ تین چیزوں کا ثواب، موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے ایک صدقۂ جاریہ۔ دوسرا، وہ علم جس سے لوگ فیض یاب ہوتے رہیں اور تیسری، نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہو"۔ (مسلم، كتاب الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته)

(۲) رَهِينٌ بمعنی مَرْهُونٌ (گروی شدہ چیز) ہر شخص اپنے عمل کا گروی ہو گا۔ یہ عام ہے، مومن اور کافر دونوں کو شامل ہے اور مطلب ہے کہ جو جیسا (اچھا یا برا) عمل کرے گا، اس کے مطابق (اچھی یا بری) جزا پائے گا۔ یا اس سے مراد صرف کافر ہیں کہ وہ اپنے اعمال میں گرفتار ہوں گے، جیسے دوسرے مقام پر فرمایا ﴿ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۞ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ﴾ (المدثر۔ ۳۸-۳۹) "ہر شخص اپنے اعمال میں گرفتار ہو گا۔ سوائے اصحاب الیمین (اہل ایمان) کے"۔

وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾

ہم ان کے لیے میوے اور مرغوب گوشت کی ریل پیل کر دیں گے۔(۱) (۲۲)

يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴿۲۳﴾

(خوش طبعی کے ساتھ) ایک دوسرے سے جام (شراب) کی چھینا جھپٹی کریں گے(۲) جس شراب کے سرور میں تو بیہودہ گوئی ہو گی نہ گناہ۔(۳) (۲۳)

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾

اور ان کے اردگرد ان کے نوعمر غلام چل پھر رہے ہوں گے گویا کہ وہ موتی تھے جو ڈھکے رکھے تھے۔(۴) (۲۴)

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾

اور آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے۔(۵) (۲۵)

قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿۲۶﴾

کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے گھر والوں کے درمیان بہت ڈرا کرتے تھے۔(۶) (۲۶)

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾

پس اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہمیں تیز و تند گرم ہواؤں کے عذاب سے بچا لیا۔(۷) (۲۷)

---

(۱) اَمْدَدْنَاهُمْ بمعنی زِدْنَاهُمْ، یعنی خوب دیں گے۔

(۲) يَتَنَازَعُوْنَ، يَتَعَاطَوْنَ وَيَتَنَاوَلُوْنَ ایک دوسرے سے لیں گے۔ یا پھر وہ معنی ہیں جو فاضل مترجم نے کیے ہیں۔ کاس' اس پیالے اور جام کو کہتے ہیں جو شراب یا کسی اور مشروب سے بھرا ہوا ہو۔ خالی برتن کو کاس نہیں کہتے۔(فتح القدیر)

(۳) اس شراب میں دنیا کی شراب کی تاثیر نہیں ہو گی' اسے پی کر نہ کوئی بہکے گا کہ لغو گوئی کرے نہ اتنا مدہوش اور مست ہو گا کہ گناہ کا ارتکاب کرے۔

(۴) یعنی جنتیوں کی خدمت کے لیے انہیں نوعمر خادم بھی دیئے جائیں گے جو ان کی خدمت کے لیے پھر رہے ہوں گے اور حسن و جمال اور صفائی و رعنائی میں وہ ایسے ہوں گے جیسے موتی' جسے ڈھک کر رکھا گیا ہو' تاکہ ہاتھ لگنے سے اس کی چمک دمک ماند پڑے۔

(۵) ایک دوسرے سے دنیا کے حالات پوچھیں گے کہ دنیا میں وہ کن حالات میں زندگی گزارتے اور ایمان و عمل کے تقاضے کس طرح پورے کرتے رہے؟

(۶) یعنی اللہ کے عذاب سے۔ اس لیے اس عذاب سے بچنے کا اہتمام بھی کرتے رہے' اس لیے کہ انسان کو جس چیز کا ڈر ہوتا ہے' اس سے بچنے کے لیے وہ تگ و دو بھی کرتا ہے۔

(۷) سَمُوْمٌ، لو' جھلس ڈالنے والی گرم ہوا کو کہتے ہیں' جہنم کے ناموں میں سے ایک نام بھی ہے۔

إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴿۲۸﴾

ہم اس سے پہلے ہی اس کی عبادت کیا کرتے تھے'[1] بیشک وہ محسن اور مہربان ہے۔(۲۸)

فَذَكِّرْ فَمَا أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ﴿۲۹﴾

تو آپ سمجھاتے رہیں کیونکہ آپ اپنے رب کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں نہ دیوانہ۔[2] (۲۹)

أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ ﴿۳۰﴾

کیا کافر یوں کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے ہم اس پر زمانے کے حوادث (یعنی موت) کا انتظار کر رہے ہیں۔[3] (۳۰)

قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ﴿۳۱﴾

کہہ دیجئے! تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔[4] (۳۱)

أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَٰذَا ۚ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿۳۲﴾

کیا ان کی عقلیں انہیں یہی سکھاتی ہیں؟[5] یا یہ لوگ ہی سرکش ہیں۔[6] (۳۲)

أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ ۚ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۳﴾

کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے (قرآن) خود گھڑ لیا ہے' واقعہ یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔[7] (۳۳)

---

(۱) یعنی صرف اسی ایک کی عبادت کرتے تھے' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے' یا یہ مطلب ہے کہ اسی سے عذاب جہنم سے بچنے کے لیے دعا کرتے تھے۔

(۲) اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ وعظ و تبلیغ اور نصیحت کا کام کرتے رہیں اور یہ آپ کی بابت جو کچھ کہتے رہتے ہیں' ان کی طرف کان نہ دھریں' اس لیے کہ آپ اللہ کے فضل سے کاہن ہیں نہ دیوانہ (جیسا کہ یہ کہتے ہیں) بلکہ آپ پر باقاعدہ ہماری طرف سے وحی آتی ہے' جو کہ کاہن پر نہیں آتی' آپ جو کلام لوگوں کو سناتے ہیں' وہ دانش و بصیرت کا آئینہ دار ہوتا ہے' ایک دیوانے سے اس طرح گفتگو کیوں کر ممکن ہے؟

(۳) رَيْبٌ کے معنی ہیں حوادث' مَنُونٌ' موت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ مطلب ہے کہ قریش مکہ اس انتظار میں ہیں کہ زمانے کے حوادث سے شاید اس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو موت آجائے اور ہمیں چین نصیب ہو جائے' جو اس کی دعوت توحید نے ہم سے چھین لیا ہے۔

(۴) یعنی دیکھو! موت پہلے کسے آتی ہے؟ اور ہلاکت کس کا مقدر بنتی ہے؟

(۵) یعنی یہ تیرے بارے میں جو اس طرح اناپ شناپ جھوٹ اور غلط سلط باتیں کرتے رہتے ہیں' کیا ان کی عقلیں ان کو یہی سجھاتی ہیں؟

(۶) نہیں بلکہ یہ سرکش اور گمراہ لوگ ہیں' اور یہی سرکشی اور گمراہی انہیں ان باتوں پر برانگیختہ کرتی ہے۔

(۷) یعنی قرآن گھڑنے کے الزام پر ان کو آمادہ کرنے والا بھی ان کا کفر ہی ہے۔

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿۳۴﴾

اچھا اگر یہ سچے ہیں تو بھلا اس جیسی ایک (ہی) بات یہ (بھی) تو لے آئیں۔[۱] (۳۴)

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿۳۵﴾

کیا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے والے) کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟[۲] یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟[۳] (۳۵)

أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ ﴿۳۶﴾

کیا انہوں نے ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ یہ یقین نہ کرنے والے لوگ ہیں۔[۴] (۳۶)

أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ﴿۳۷﴾

یا کیا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں؟[۵] یا (ان خزانوں کے) یہ داروغہ ہیں۔[۶] (۳۷)

أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ۖ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿۳۸﴾

یا کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر سنتے ہیں؟[۷] (اگر ایسا ہے) تو ان کا سننے والا کوئی روشن دلیل پیش کرے۔(۳۸)

أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ﴿۳۹﴾

کیا اللہ کی تو سب لڑکیاں ہیں اور تمہارے ہاں لڑکے

---

(۱) یعنی اگر یہ اپنے اس دعوے میں سچے ہیں کہ یہ قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اپنا گھڑا ہوا ہے تو پھر یہ بھی اس جیسی کتاب بنا کر پیش کر دیں جو نظم، اعجاز و بلاغت، حسن بیان، ندرت اسلوب، تعیین حقائق اور حل مسائل میں اس کا مقابلہ کر سکے۔

(۲) یعنی اگر واقعی ایسا ہے تو پھر کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ انہیں کسی بات کا حکم دے یا کسی بات سے منع کرے۔ لیکن جب ایسا نہیں ہے بلکہ انہیں ایک پیدا کرنے والے نے پیدا کیا ہے، تو ظاہر ہے اس کا انہیں پیدا کرنے کا ایک خاص مقصد ہے، وہ انہیں پیدا کر کے یوں ہی کس طرح چھوڑ دے گا؟

(۳) یعنی یہ خود بھی اپنے خالق نہیں ہیں، بلکہ یہ اللہ کے خالق ہونے کا اعتراف کرتے ہیں۔

(۴) بلکہ اللہ کے وعدوں اور وعیدوں کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں۔

(۵) کہ یہ جس کو چاہیں روزی دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں یا جس کو چاہیں نبوت سے نوازیں۔

(۶) مُصَيْطِرٌ یا مُسَيْطِرٌ، سَطْرٌ سے ہے، لکھنے والا، جو محافظ و نگران ہو، وہ چونکہ ساری تفصیلات لکھتا ہے، اس لیے یہ محافظ اور نگران کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی کیا اللہ کے خزانوں یا اس کی رحمتوں پر ان کا تسلط ہے کہ جس کو چاہیں دیں یا نہ دیں۔

(۷) یعنی کیا یہ ان کا دعویٰ ہے کہ سیڑھی کے ذریعے سے یہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح آسمانوں پر جا کر ملائکہ کی باتیں یا ان کی طرف جو وحی کی جاتی ہے، وہ سن آئے ہیں۔

ہیں؟ (۳۹)

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۰﴾

کیا تو ان سے کوئی اجرت طلب کرتا ہے کہ یہ اس کے تاوان سے بوجھل ہو رہے ہیں۔[1] (۴۰)

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۱﴾

کیا انکے پاس علم غیب ہے جسے یہ لکھ لیتے ہیں؟[2] (۴۱)

اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۭ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿۴۲﴾

کیا یہ لوگ کوئی فریب کرنا چاہتے ہیں؟[3] تو یقین کرلیں کہ فریب خوردہ کافر ہی ہیں۔[4] (۴۲)

اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾

کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی معبود ہے؟ (ہرگز نہیں) اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے۔ (۴۳)

وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾

اگر یہ لوگ آسمان کے کسی ٹکڑے کو گرتا ہوا دیکھ لیں تب بھی کہہ دیں کہ یہ تہ بہ تہ بادل ہے۔[5] (۴۴)

فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾

تو انہیں چھوڑ دے یہاں تک کہ انہیں اس دن سے سابقہ پڑے جس میں یہ بے ہوش کردیئے جائیں گے۔ (۴۵)

يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾

جس دن انہیں ان کا مکر کچھ کام نہ دے گا اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے۔ (۴۶)

وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾

بیشک ظالموں کے لیے اسکے علاوہ اور عذاب بھی ہیں[6] لیکن ان لوگوں میں سے اکثر بے علم ہیں۔[7] (۴۷)

---

(۱) یعنی اس کی ادائیگی ان کے لیے مشکل ہو۔

(۲) کہ ضرور ان سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مرجائیں گے اور ان کو موت اس کے بعد آئے گی۔

(۳) یعنی ہمارے پیغمبر کے ساتھ، جس سے اس کی ہلاکت واقع ہوجائے۔

(۴) یعنی کید و مکر ان ہی پر الٹ پڑے گا اور سارا نقصان انہی کو ہوگا۔ جیسے فرمایا: ﴿ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ﴾ (فاطر، ۴۳) چنانچہ بدر میں یہ کافر مارے گئے اور بھی بہت سی جگہوں پر ذلت و رسوائی سے دوچار ہوئے۔

(۵) مطلب ہے کہ اپنے کفر و عناد سے پھر بھی باز نہ آئیں گے، بلکہ ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہیں گے کہ یہ عذاب نہیں، بلکہ ایک پر ایک بادل چڑھا آرہا ہے، جیسا کہ بعض موقعوں پر ایسا ہوتا ہے۔

(۶) یعنی دنیا میں، جیسے دوسرے مقام پر فرمایا ﴿ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ (الٓمّٓ السجدۃ، ۲۱)

(۷) اس بات سے کہ دنیا کے یہ عذاب اور مصائب، اس لیے ہیں تاکہ انسان اللہ کی طرف رجوع کریں۔ یہ نکتہ چونکہ

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٤٨﴾

تو اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر سے کام لے' بیشک تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ صبح کو جب تو اٹھے[1] اپنے رب کی پاکی اور حمد بیان کر۔ (۴۸)

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴿٤٩﴾

اور رات کو بھی اس کی تسبیح پڑھ[2] اور ستاروں کے ڈوبتے وقت بھی۔[3] (۴۹)

سُورَةُ النَّجْمِ

سورۂ نجم مکی ہے اور اس میں باسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

نہیں سمجھتے اس لیے گناہوں سے تائب نہیں ہوتے بلکہ بعض دفعہ پہلے سے بھی زیادہ گناہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ جس طرح ایک حدیث میں فرمایا کہ ''منافق جب بیمار ہو کر صحت مند ہو جاتا ہے تو اس کی مثال اونٹ کی سی ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اسے کیوں رسیوں سے باندھا گیا۔ اور کیوں کھلا چھوڑ دیا گیا؟ (أبوداود' کتاب الجنائز' نمبر ۳۰۸۹)

(۱) اس کھڑے ہونے سے کون سا کھڑا ہونا مراد ہے؟ بعض کہتے ہیں جب نماز کے لیے کھڑے ہوں۔ جیسا کہ آغاز نماز میں سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ . . . پڑھی جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں' جب نیند سے بیدار ہو کر کھڑے ہوں۔ اس وقت بھی اللہ کی تسبیح و تحمید مسنون ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جب کسی مجلس سے کھڑے ہوں۔ جیسے حدیث میں آتا ہے۔ جو شخص کسی مجلس سے اٹھتے وقت یہ دعا پڑھ لے گا تو یہ اس کی مجلس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ. (سنن الترمذی' أبواب الدعوات' باب مایقول إذا قام من مجلسه)

(۲) اس سے مراد قیام اللیل۔ یعنی نماز تہجد ہے' جو عمر بھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رہا۔

(۳) أَيْ: وَقْتَ إِدْبَارِهَا مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ اس سے مراد فجر کی دو سنتیں ہیں' نوافل میں سب سے زیادہ اس کی نبی ﷺ حفاظت فرماتے تھے۔ اور ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا ''فجر کی دو سنتیں دنیا وما فیہا سے بہتر ہے'' (صحیح بخاری' کتاب التہجد' باب تعاهد رکعتی الفجر ومن سماهما تطوعا' و صحیح مسلم' کتاب الصلوٰۃ' باب استحباب رکعتی الفجر)

☆ یہ پہلی سورت ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے مجمع عام میں تلاوت کیا' تلاوت کے بعد آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے پیچھے جتنے لوگ تھے' سب نے سجدہ کیا' سوائے امیہ بن خلف کے' اس نے اپنی مٹھی میں

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ①	قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے۔ (۱) (۱)
مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ②	کہ تمہارے ساتھی نے نہ راہ گم کی ہے نہ وہ ٹیڑھی راہ پر ہے۔ (۲) (۲)
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ③	اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔(۳)
اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ④	وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔ (۳) (۴)
عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰى ⑤	اسے پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے۔(۵)
ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ⑥	جو زور آور ہے (۴) پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔(۶)

مٹی لے کر اس پر سجدہ کیا۔ چنانچہ یہ کفر کی حالت میں ہی مارا گیا (صحیح بخاری، تفسیر سورۂ نجم) بعض طریق میں اس شخص کا نام عتبہ بن ربیعہ بتلایا گیا ہے (تفسیر ابن کثیر) وَاللّٰهُ أَعْلَمُ - حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس سورت کی تلاوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سجدہ نہیں کیا (صحیح بخاری، باب مذکور) اس کا مطلب یہ ہوا کہ سجدہ کرنا مستحب ہے، فرض نہیں۔ اگر کبھی چھوڑ بھی دیا جائے تو جائز ہے۔

(۱) بعض مفسرین نے ستارے سے ثریا ستارہ اور بعض نے زہرہ ستارہ مراد لیا ہے اور بعض نے جنس نجوم۔ هَوَىٰ، اوپر سے نیچے گرنا، یعنی جب رات کے اختتام پر فجر کے وقت وہ گرتا ہے، یا شیاطین کو مارنے کے لیے گرتا ہے یا بقول بعض قیامت والے دن گریں گے۔

(۲) یہ جواب قسم ہے۔ صَاحِبُكُمْ (تمہارا ساتھی) کہہ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو واضح تر کیا گیا ہے کہ نبوت سے پہلے چالیس سال اس نے تمہارے ساتھ اور تمہارے درمیان گزارے ہیں، اس کے شب و روز کے تمام معمولات تمہارے سامنے ہیں، اس کا اخلاق و کردار تمہارا جانا پہچانا ہے۔ راست بازی اور امانت داری کے سوا تم نے اس کے کردار میں کبھی کچھ اور بھی دیکھا؟ اب چالیس سال کے بعد جو وہ نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے تو ذرا سوچو، وہ کس طرح جھوٹ ہو سکتا ہے؟ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ وہ نہ گمراہ ہوا ہے نہ بہکا ہے۔ ضلالت، راہ حق سے وہ انحراف ہے جو جہالت اور لاعلمی سے ہو اور غوایت، وہ کجی ہے جو جانتے بوجھتے حق کو چھوڑ کر اختیار کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کی گمراہیوں سے اپنے پیغمبر کی تنزیہ بیان فرمائی۔

(۳) یعنی وہ گمراہ یا بہک کس طرح سکتا ہے، وہ تو وحی الٰہی کے بغیر لب کشائی ہی نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ مزاح اور خوش طبعی کے موقعوں پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے حق کے سوا کچھ نہ نکلتا تھا (سنن الترمذی، أبواب البر، باب ماجاء فی المزاح) اسی طرح حالت غضب میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جذبات پر اتنا کنٹرول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کوئی بات خلاف واقعہ نہ نکلتی (أبوداود، کتاب العلم، باب فی کتاب العلم)

(۴) اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام فرشتہ ہے جو قوی اعضا کا مالک اور نہایت زور آور ہے، پیغمبر پر وحی لانے اور اسے

وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى ۞ ۷
اور وہ بلند آسمان کے کناروں پر تھا۔[1] (۷)

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۞ ۸
پھر نزدیک ہوا اور اتر آیا۔[2] (۸)

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۞ ۹
پس وہ دو کمانوں کے بقدر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔[3] (۹)

فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۞ ۱۰
پس اس نے اللہ کے بندے کو وحی پہنچائی[4] جو بھی پہنچائی۔(۱۰)

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۞ ۱۱
دل نے جھوٹ نہیں کہا جسے (پیغمبر نے) دیکھا۔[5] (۱۱)

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۞ ۱۲
کیا تم جھگڑا کرتے ہو اس پر جو (پیغمبر) دیکھتے ہیں۔(۱۲)

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۞ ۱۳
اسے تو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا۔(۱۳)

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۞ ۱۴
سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔[6] (۱۴)

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۞ ۱۵
اسی کے پاس جنۃ الماویٰ ہے۔[7] (۱۵)

سکھلانے والا یہی فرشتہ ہے۔

(۱) یعنی جبرائیل علیہ السلام یعنی وحی سکھلانے کے بعد آسمان کے کناروں پر جا کھڑے ہوئے۔

(۲) یعنی پھر زمین پر اترے اور آہستہ آہستہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے۔

(۳) بعض نے ترجمہ کیا ہے 'دو ہاتھوں کے بقدر' یہ نبی ﷺ اور جبرائیل علیہ السلام کی باہمی قربت کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ کی قربت کا اظہار نہیں ہے' جیسا کہ بعض لوگ باور کراتے ہیں۔ آیات کے سیاق سے صاف واضح ہے کہ اس میں صرف جبرائیل علیہ السلام اور پیغمبر کا بیان ہے۔ اسی قربت کے موقعے پر نبی ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو انکی اصل شکل میں دیکھا اور یہ بعثت کے ابتدائی ادوار کا واقعہ ہے جس کا ذکر ان آیات میں کیا گیا۔ دوسری مرتبہ اصل شکل میں معراج کی رات دیکھا۔

(۴) یعنی جبرائیل علیہ السلام' اللہ کے بندے حضرت محمد ﷺ کے لیے جو وحی یا پیغام لے کر آئے تھے' وہ انہوں نے آپ ﷺ تک پہنچایا۔

(۵) یعنی نبی ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو اصل شکل میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں۔ ایک پر مشرق و مغرب کے درمیان فاصلے جتنا تھا' اس کو آپ ﷺ کے دل نے جھٹلایا نہیں' بلکہ اللہ کی اس عظیم قدرت کو تسلیم کیا۔

(۶) یہ لیلۃ المعراج کو جب اصل شکل میں جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا' اس کا بیان ہے۔ یہ سدرۃ المنتہیٰ' ایک بیری کا درخت ہے جو چھٹے یا ساتویں آسمان پر ہے اور یہ آخری حد ہے' اس سے اوپر کوئی فرشتہ نہیں جا سکتا۔ فرشتے اللہ کے احکام بھی یہیں سے وصول کرتے ہیں۔

(۷) اسے جنت الماویٰ' اس لیے کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا ماویٰ و مسکن یہی تھا' بعض کہتے ہیں کہ روحیں

إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ ﴿١٦﴾

جب کہ سدرہ کو چھپائے لیتی تھی وہ چیز جو اس پر چھا رہی تھی۔[1] (۱۶)

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ﴿١٧﴾

نہ تو نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی۔[2] (۱۷)

لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ﴿١٨﴾

یقیناً اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دیکھ لیں۔[3] (۱۸)

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ﴿١٩﴾

کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا۔(۱۹)

وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ﴿٢٠﴾

اور منات تیسرے پچھلے کو۔[4] (۲۰)

یہاں آکر جمع ہوتی ہیں۔(فتح القدیر)

(۱) سدرۃ المنتہیٰ کی اس کیفیت کا بیان ہے جب شب معراج میں آپ ﷺ نے اس کا مشاہدہ کیا' سونے کے پروانے اس کے گرد منڈلا رہے تھے' فرشتوں کا عکس اس پر پڑ رہا تھا' اور رب کی تجلیات کا مظہر بھی وہی تھا۔(ابن کثیر وغیرہ) اسی مقام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزوں سے نوازا گیا۔پانچ وقت کی نمازیں' سورۂ بقرہ کی آخری آیات اور اس مسلمان کی مغفرت کا وعدہ جو شرک کی آلودگیوں سے پاک ہو گا (صحیح مسلم' کتاب الإیمان' باب ذکر سدرۃ المنتہیٰ)

(۲) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں دائیں بائیں ہوئیں اور نہ اس حد سے بلند اور متجاوز ہوئیں جو آپ ﷺ کے لیے مقرر کر دی گئی تھی۔(ایسر التفاسیر)

(۳) جن میں یہ جبرائیل علیہ السلام اور سدرۃ المنتہیٰ کا دیکھنا اور دیگر مظاہر قدرت کا مشاہدہ ہے جس کی کچھ تفصیل احادیث معراج میں بیان کی گئی ہے۔

(۴) یہ مشرکین کی توبیخ کے لیے کہا جا رہا ہے کہ اللہ کی یہ تو شان ہے جو مذکور ہوئی کہ جبرائیل علیہ السلام جیسے عظیم فرشتوں کا وہ خالق ہے' محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اس کے رسول ہیں' جنہیں اس نے آسمانوں پر بلا کر بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ بھی کروایا اور وحی بھی ان پر نازل فرماتا ہے۔کیا تم جن معبودوں کی عبادت کرتے ہو' ان کے اندر بھی یہ یا اس قسم کی خوبیاں ہیں؟ اس ضمن میں عرب کے تین مشہور بتوں کے نام بطور مثال لیے۔لَاتٌ' بعض کے نزدیک یہ لفظ اللہ سے ماخوذ ہے' بعض کے نزدیک لَاتَ يَلِيْتُ سے ہے' جس کے معنی موڑنے کے ہیں' پجاری اپنی گردنیں اس کی طرف موڑتے اور اس کا طواف کرتے تھے۔اس لیے یہ نام پڑ گیا۔بعض کہتے ہیں' کہ لات میں تا مشدد ہے۔لَتَّ يَلُتُّ سے اسم فاعل (ستو گھولنے والا) یہ ایک نیک آدمی تھا' حاجیوں کو ستو گھول گھول کر پلایا کرتا تھا' جب یہ مر گیا تو لوگوں نے اس کی قبر کو عبادت گاہ بنا لیا' پھر اس کے مجسمے اور بت بن گئے۔یہ طائف میں بنو ثقیف کا سب سے بڑا بت تھا۔عُزّیٰ کہتے ہیں یہ اللہ کے صفاتی نام عَزِيزٌ سے ماخوذ ہے' اور یہ أَعَزُّ کی تانیث ہے بمعنی عَزِيزَةٍ بعض کہتے ہیں

أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ﴿٢١﴾

کیا تمہارے لیے لڑکے اور اللہ کے لیے لڑکیاں ہیں؟[1] (۲۱)

تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ ﴿٢٢﴾

یہ تو اب بڑی بے انصافی کی تقسیم ہے۔[2] (۲۲)

إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَىٰ ﴿٢٣﴾

دراصل یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ان کے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ یہ لوگ تو صرف اٹکل کے اور اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور یقیناً ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔(۲۳)

کہ یہ غطفان میں ایک درخت تھا جس کی عبادت کی جاتی تھی، بعض کہتے ہیں کہ شیطانی (بھوتنی) تھی جو بعض درختوں میں ظاہر ہوتی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ سنگ ابیض تھا جس کو پوجتے تھے۔ یہ قریش اور بنو کنانہ کا خاص معبود تھا۔ مَنٰوۃ، مَنَی یَمْنِی سے ہے جس کے معنی صَبَّ (بہانے) کے ہیں۔ اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے لوگ کثرت سے اس کے پاس جانور ذبح کرتے اور ان کا خون بہاتے تھے۔ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بت تھا (فتح القدیر) یہ قدید کے بالمقابل مشلل جگہ میں تھا، بنو خزاعہ کا یہ خاص بت تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں اوس اور خزرج یہیں سے احرام باندھتے تھے اور اس بت کا طواف بھی کرتے تھے (ایسر التفاسیر و ابن کثیر) ان کے علاوہ مختلف اطراف میں اور بھی بہت سے بت اور بت خانے پھیلے ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد اور دیگر مواقع پر ان بتوں اور دیگر تمام بتوں کا خاتمہ فرما دیا۔ ان پر جو قبے اور عمارتیں بنی ہوئی تھیں، وہ مسمار کروا دیں، ان درختوں کو کٹوا دیا، جن کی تعظیم کی جاتی تھی اور وہ تمام آثار و مظاہر مٹا ڈالے گئے جو بت پرستی کی یادگار تھے، اس کام کے لیے آپ ﷺ نے حضرت خالد، حضرت علی، حضرت عمرو بن عاص اور حضرت جریر بن عبداللہ البجلی وغیرھم رضوان اللہ علیہم اجمعین کو، جہاں جہاں یہ بت تھے، بھیجا اور انہوں نے جا کر ان سب کو ڈھا کر سرزمین عرب سے شرک کا نام مٹا دیا۔ (ابن کثیر) قرون اولیٰ کے بہت بعد ایک مرتبہ پھر عرب میں شرک کے یہ مظاہر عام ہو گئے تھے، جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مجدد الدعوۃ شیخ محمد بن عبدالوہاب کو توفیق دی، انہوں نے درعیہ کے حاکم کو اپنے ساتھ ملا کر قوت کے ذریعے سے ان مظاہر شرک کا خاتمہ فرمایا اور اسی دعوت کی تجدید ایک مرتبہ پھر سلطان عبدالعزیز والی نجد و حجاز (موجودہ سعودی حکمرانوں کے والد اور اس مملکت کے بانی) نے کی اور تمام پختہ قبروں اور قبوں کو ڈھا کر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا احیا فرمایا اور یوں الحمد للہ اب پورے سعودی عرب میں اسلامی احکام کے مطابق نہ کوئی پختہ قبر ہے اور نہ کوئی مزار

(۱) مشرکین مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے، یہ اس کی تردید ہے، جیسا کہ متعدد جگہ یہ مضمون گزر چکا ہے۔

(۲) ضِيزَىٰ، حق و صواب سے ہٹی ہوئی۔